اسلام کا تصورِ عدل

محترمہ رضوانہ عثمان

انصاف کا لغوی معنی کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دینا ہے مگر ہمارے ہاں یہ لفظ بالعموم عدل کے معنوں میں آتا ہے قرآن وحدیث میں انصاف کا لفظ ان معنوں میں کہیں استعمال نہیں ہوا۔قرآن وحدیث میں اس مفہوم کو ادا کرنے یا باہمی حقوق کے صحیح تعین کیلئے دو لفظ استعمال ہوئے ہیں ایک عدل اور دوسرا قسط۔ارشاد ربانی ہے:

و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (۴،۵۸)

ترجمہ: جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔دوسری جگہ فرمایا:

واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین (۴۹،۹)

ترجمہ: اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ان کے علاوہ ایک تیسرا لفظ ''قضا'' بھی آیا ہے۔قضا کے لفظی معنی کسی کام کو پورا کرنے یا فیصلہ کرنے کے ہیں۔مگر جب اس کے ساتھ باالحق کا استعمال ہو تو اس کا مفہوم عدل وانصاف پر مبنی فیصلہ ہوتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

و اللہ یقضی باالحق (۴،۲۵)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے۔قسط کا لفظ ''لغت ذوی الاضداد'' سے ہے۔گویا قسط کے ایک معنی عدل وانصاف کے بھی ہیں۔جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو و الملئکۃ و اولو العلم قائماً بالقسط (۳:۱۸)

ترجمہ: اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور وہ لوگ بھی جو انصاف پر قائم ہیں گواہی دیتے ہیں۔اور قسط کے دوسرے معنی ظلم اور بے انصافی کے ہیں جیسے ارشاد ہوا:

واما القسطون فکانو لجھنم حطبا (۲:۱۵)

ترجمہ: اور جو بے انصاف ہوئے تو وہ جہنم کا ایندھن بنے۔مگر جب یہ لفظ باب افعال میں آجائے تو صرف عدل وانصاف کے ہی معنی دے گا۔جیسے ارشاد ہے:

و اقسطو ان اللہ یحب المقسطین (۴۰:۹)

ترجمہ: اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔گویا ہمارے ہاں انصاف کے مروجہ مفہوم کو ادا کرنے کیلئے لفظ عدل ہی زیادہ مناسب ہے۔بقول امام راغبؒ:

عدل کے معنی یہ ہیں کہ کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں تقسیم اس طرح کرنا کہ ان میں سے کسی میں ذرا بھی کمی بیشی نہ ہو۔

عدل کا مفہوم اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے اس میں حقوق اللہ بھی آجاتے ہیں۔اور انسانی حقوق بھی ہر صاحب حق کو پورا پورا حق ادا کیا جائے کوئی کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرے۔اگر کوئی ظلم کرتا ہے تو اس کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی حمایت کی جائے۔اگر ظالم کو سزا دینے کیلئے گواہی کی ضرورت پڑے تو اس سے گریز نہ کیا جائے۔عدل کی حقیقت میں یہ بھی داخل ہے کہ گواہی میں حق اور حقیقت کا اظہار کیا جائے خواہ وہ کسی کے مخالف ہو یا موافق جن لوگوں کے ہاتھ میں حکومت کا انتظام ہے ان کے پاس جب دو فریق مقدمہ لے کر پیش ہوں تو ان کے ساتھ برابری کا معاملہ کریں کسی ایک فریق کی طرف میلان نہ کریں۔گواہوں کے بیانات غور سے سنیں۔معاملہ اور مقدمہ کی تحقیق میں اپنی پوری کوشش صرف کریں اور پھر آخری مرحلہ میں فیصلہ دیں۔

عدل ایسی چیز ہے جس سے زندگی کے ہر مرحلے اور ہر موڑ پر دوچار ہونا پڑتا ہے۔بیع وشراء، مصلحت و مسائل میں، بحث وگفتگو میں، دوسروں کے اوضاع واطوار پرکھنے میں، کسی کو گواہ بنانے میں اور خود گواہ کی حیثیت سے پیش ہونے میں عدل وانصاف سے کام لینا پڑتا ہے اسی طرح خورد ونوش کے وقت میں اور پھر خرچ کرتے وقت بھی ہم اعتدال کی راہ سے منہ نہیں موڑ سکتے۔

حتی کہ جانوروں سے کام لینے تک ہم کو عدل کا پابند بنایا گیا ہے غرضیکہ صبح سو کر اٹھنے سے لے کر رات سوتے وقت تک ہر قدم پر ہمیں عدل کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔اسلام نے ہمیں عدل کا جو تصور دیا ہے اس کی بہت زیادہ خصوصیات بھی ہیں۔

قانون اور عفو و درگزر کا حسین امتزاج:

یہودی تصور عدل محض قانون تک محدود ہے اور عیسوی محض عفوودرگزر تک۔ایک میں افراط ہے تو دوسرے میں تفریط۔اسلام نے حسب موقعہ ان دونوں کو اپنا کر ان میں ایک حسین امتزاج پیدا کر دیا ہے۔معاشرہ میں شریف النفس لوگ بھی موجود ہوتے ہیں اور سرکش اور عادی مجرم بھی۔کہیں عفوودرگزر سزا دینے سے زیادہ مفید

اور اصلاح کا موجب بنتا ہے اور کہیں عفو و درگزر سے مجرم اور زیادہ دلیر ہو جاتے ہیں لہذا انہیں راہ راست پر لانے کیلئے قانون کی لاٹھی کے استعمال کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہوتا اسی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

و لکم فی القصاص حیوۃ یاولی الالباب (البقرۃ: ۱۷۹)

ترجمہ: اور اے عقل والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگانی ہے۔ ثبوت جرم ملنے کے بعد سزا دیتے وقت مجرم پر ترس کھانے کو بھی معیوب قرار دیا گیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الزانیۃ و الزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ(النور: ۲)

ترجمہ: زانی مرد اور زانیہ عورت ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تمہیں ان پر ہرگز ترس نہ آنا چاہیے۔

قانون عقوبت، عدل اور قسطاس مستقیم ہے جبکہ عفو و درگزر کا درجہ اس سے بلند تر ہے اور یہ احسان ہے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا

والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس واللہ یحب المحسنین(ال عمران: ۱۳۴)

ترجمہ: اور وہ لوگ غصہ کو ضبط کر جاتے اور لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ درج ذیل آیت میں عدل اور احسان کو یکجا بیان کیا گیا

"أن اللہ یامر بالعدل و الاحسان (النحل: ۹۰)

ترجمہ: اللہ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

البتہ عدل اور عفو کے مواقع الگ الگ ہیں عفو و درگزر نجی معاملہ ہے جبکہ عدل اجتماعی معاملات سے تعلق رکھتا ہے مقدمہ عدالت میں جانے سے پیشتر مدعی معاف کرنے کا اختیار رکھتا ہے لیکن جب معاملہ عدالت میں پیش ہو کر فیصلہ ہو جائے تو مدعی کا یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے اس کی مثال دور نبوی ﷺ کا وہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک صحابی مسجد نبوی ﷺ میں سوئے ہوئے تھے کسی شخص نے ان کی چادر چرالی صحابی جاگے تو حضور اکرم ﷺ کے سامنے مقدمہ پیش کر دیا آپ ﷺ نے ملزم کو بلا کر اس سے پوچھا تو اس نے اعتراف جرم کر لیا آپ ﷺ نے اسے قطع ید کی سزا کا حکم دے دیا تو مدعی کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنے بھائی کو معاف کیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا تم نے میرے پاس آنے سے پہلے اسے کیوں نہ معاف کیا اب سزا ہل کے رہے گی (ابوداؤد)

علاوہ ازیں آپ نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ مجرم کو میرے پاس لانے سے پہلے معاف کر دیا کرو (ابن ماجہ کتاب الحدود) آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر شہادت میں شبہ پیدا ہو جائے تو حدود کو ساقط کر دیا جائے۔ (ابن ماجہ، کتاب الحدود)

استحکام:

اسلامی تصور عدل کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی شخص یا سوسائٹی یا اسمبلی کا بنایا ہوا نہیں جس میں ترمیم و تنسیخ کا غیر منقطع سلسلہ جاری رہے قانون سازی کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور یہ قانون کتاب و سنت میں محفوظ ہے استوار ہے یہ انسانی دسترس سے بالاتر ہے کسی شخص یا ادارہ کو اس میں تغیر و تبدیلی کا کوئی حق نہیں قوانین کی حدود مقرر کر دی گئی ہیں زمانہ کے تقاضوں کے مطابق انہی حدود کے اندر رہ کر نئے ذیلی قوانین مستنبط کیے جا سکتے ہیں کوئی ایسا نیا قانون نہیں بنایا جا سکتا جو کتاب و سنت کے منافی ہو یا مطابقت نہ رکھتا ہو۔

یہاں ایمرجنسی کا سہارا لے کر کسی کے بنیادی حقوق کو تلف بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک لشکر عبداللہ بن حذافہ سہمی انصاری کی سرکردگی میں روانہ کیا اور لوگوں کو امیر لشکر کی اطاعت کی تاکید کی۔ امیر لشکر کسی بات پر ساتھیوں سے مشتعل ہو گیا انہیں آگ جلانے کا حکم دیا۔ جب آگ بھڑک اٹھی تو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ لوگوں نے کہا ہم آگ کے عذاب سے بچنے کیلئے ہی تو ایمان لائے ہیں اس میں کیوں داخل ہوں۔ اس بحث و تمحیص میں آگ فرو ہو گئی۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم عذاب میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس میں سے نہ نکلتے۔ یاد رکھو اطاعت صرف ان باتوں میں ہے جو خلاف شریعت نہ ہوں۔ (بخاری، کتاب المغازی)

یہاں حاکم سے رحم کی اپیل کی بھی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ ان سے مقتول کے وارثوں کے حقوق سلب ہوتے ہیں قتل کے جرم میں رحم کی اپیل تو بڑی بات ہے آپ ﷺ نے تو چوری کے جرم میں قطع ید سے متعلق رحم کی اپیل کو بھی مسترد کر دیا تھا۔

قانونی مساوات:

اسلامی تصور عدل میں اسرائیل اور غیر اسرائیل یا مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل (النساء ۵۸)

ترجمہ: جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کرو۔

اس آیت میں یہ پہلو غور طلب ہے کہ عدل کا حکم صرف مسلمانوں تک نہیں بلکہ تمام انسانوں کیلئے یہی حکم ہے خواہ وہ اسلام کا دشمن ہی کیوں نہ ہو غیر مسلموں کے ساتھ عدل کرنے کیلئے تاکید مزید فرمائی؛

ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی(المائدۃ: ۸).

ترجمہ: کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل وانصاف سے پھیر نہ دے عدل وانصاف کرو۔ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے۔

عدم مساوات کا دوسرا پہلو آپس کے امتیازات ہیں یعنی کسی معزز شخص کیلئے کسی جرم کی سزا میں نرمی اور لچک پیدا کر لی جائے اور کسی کمزور سے وہی جرم سرزد ہو تو اسے پوری سزا دی جائے جیسا کہ یہودیوں میں دستور تھا۔ اسلام نے ایسی تفریق کو قطعاً برداشت نہیں کیا۔ قبیلہ قریش کی ذیلی شاخ مخزوم کی ایک عورت سے چوری سرزرد ہوگئی۔ اہل قبیلہ نے کہا کہ اگر اس کا ہاتھ کٹ گیا تو قبیلہ بھر کی ناک کٹ جائے گی۔ آپ ﷺ کے محبوب غلام اسامہ بن زیدؓ کو سفارشی بنا کر بھیجا کہ اس کی سزا ساقط کر دی جائے یا کوئی اور سزا ہلکی دی جائے اس سفارش پر آپ ﷺ غضبناک ہو گئے اور فرمایا کیا تم لوگ حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو تم سے پہلے کی امتیں اس لئے ہلاک ہوئیں کہ ان میں سے جب کوئی معزز جرم کرتا تو چھوڑ دیا جاتا اور اگر کوئی غریب وہی جرم کرتا تو اسے سزا دی جاتی (بخاری، کتاب الحدود)

عدم مساوات کا تیسرا پہلو حاکم اور محکوم کے درمیان امتیاز ہے۔ یہاں صدر مملکت یا کوئی صوبائی گورنر قانون کی زد سے باہر نہیں اسی مندرجہ بالا مخزومیہ عورت کی چوری کی سفارش کے بعد آپ ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا: خدا کی قسم اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس پر بھی حد جاری کرتا۔

عدم مساوات کا چوتھا پہلو اس دور کا وہ غلامی کا نظام ہے جس میں آقا اپنے غلام کی جان تک کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اس امتیاز کو بھی برداشت نہیں کیا ایک دفعہ حضرت ابوذرؓ نے اپنے گلام کو گالی دی غلام نے جا کر حضور ﷺ سے شکایت کی آپ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا تم نے اس کو گالی کیوں دی ہے؟ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے پس جس شخص کا بھائی اس کے ماتحت ہو اسے وہی کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی کپڑا پہنائے جو خود پہنتا ہے (بخاری: باب المعاصی)

اور عقوبات میں مساوات کا پانچواں پہلو یہ ہے کہ جتنا جرم ہو اتنی ہی سزا دی جائے اس سے بڑھ کر نہ دی جائے۔ اور جاہلیت میں اگر کسی معزز قبیلہ کا کوئی شخص قتل ہو جاتا تو کمزور قبیلے کے دو افراد کو قتل کرنا اپنا حق سمجھتا تھا۔ اسی طرح عورت کے بدلے دو کا قصاص لیا جاتا تھا۔ قصاص میں عین وحشیانہ طریقے اختیار کیے جاتے تھے اسلام نے ان میں سے کسی چیز کو برداشت نہیں کیا ارشاد باری ہے:

الحر بالحر و العبد بالعبد و الانثی بالانثی (البقرۃ: ۱۷۸)

ترجمہ: آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت ہی ماری جائے۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به (النحل: ۱۲۶)

ترجمہ: اگر تم ان کو سزا دینا چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تم کو ان سے پہنچی۔

جامعیت :

عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ عدل وانصاف کا قیام محض حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن اسلام زندگی کے ہر گوشے میں احکامات وہدایات جاری کر کے عدل وانصاف کا زیادہ تر بار افراد پر ڈال دیتا ہے۔ عورتوں کے، یتیموں کے، غلاموں کے، اولاد کے، والدین کے اور رعایا کے حقوق و فرائض متعین کر دیے گئے ہیں۔ امت مسلمہ کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ ان سب معاملات میں عدل سے کام لے بلکہ اس سے بڑھ کر ایثار و احسان کو اپنا شعار بنائے تا کہ کم سے کم مقدمات عدالت تک جائیں بالفاظ دیگر اسلام بیشتر خصومات وتنازعات کا تصفیہ قانون کی بجائے اخلاق سے طے کر لینے پر زور دیتا ہے۔

عدلیه کی بالادستی :

اسلام نے عدلیہ کی بالادستی کا جو تصور پیش کیا ہے دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے خود حضور اکرم ﷺ نے جو اسلامی ریاست کے بانی بھی تھے اور اس کے حاکم اور قاضی بھی۔ اپنے آپ کو عدالت میں پیش کیا اور لوگوں سے فرمایا:

''اگر میرے ذمہ کسی کا قرض ہو اگر میں نے کسی کی جان و مال آبرو کو صدمہ پہنچایا ہو تو میری جان و مال اور آبرو حاضر ہے اس دنیا میں وہ اپنا بدلہ لے لے''

اس خطاب پر ایک آدمی آ کر چند سکوں کا مطالبہ کرتا ہے تو اسے دے دیئے جاتے ہیں ایک اور شخص آگے بڑھا جسے کسی جنگ میں تقسیم غنیمت کے دوران ہجوم میں حضور اکرم ﷺ کی چھڑی لگ گئی تھی۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا مجھ سے بدلہ لے لو اس نے عرض کیا میں مدعی نہیں رہا (سنن ابی داؤد، کتاب القصاص)

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ کسی شخص سے گھوڑا خریدا اس پر سوار ہوئے تو گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر پڑا اور زخمی ہو گیا آپؓ نے گھوڑا واپس کرنا چاہا لیکن مالک گھوڑا واپس لینے پر آمادہ نہ ہوا تنازعہ بڑھا تو مقدمہ قاضی شریح کی عدالت میں پیش ہوا قاضی شریح نے فیصلہ حضرت عمرؓ کے خلاف صادر کیا اور کہا امیر المومنین! جو چیز آپ خرید چکے ہیں وہ اب آپ کی ہے اگر واپس کرنی ہے تو اسی حالت میں واپس کیجیے جس حالت میں خریدی تھی۔ اپنے خلاف فیصلہ سن کر خلیفہ وقت کی پیشانی پر شکن تک نہ آئی بلکہ وہ قاضی کے اس بے لاگ فیصلہ پر اتنے خوش ہوئے کہ انہیں کوفہ کا منصب قضا سونپ دیا۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کا ارادہ کیا حضرت ابی بن کعبؓ کا مکان اس میں رکاوٹ تھا۔ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ سے کہا کہ ... قیمت